دوسو اہم موضوعات کی فہرست: اجمالی خاکہ

والوں اور بریلویوں کو مسلمان سمجھنے والوں کو خارج از دین قرار دیتی ہیں۔ یہ تحریکیں ائمہ اربعہ کے طے کردہ اصول کفر و اسلام کو مسترد کرتی ہیں تعامل امت اور اجماع امت کی نفی کرتی ہیں مدار کفر و دین قرآن سنت ائمہ اربعہ کے اصولوں کو بنانے کے بجائے خارجیت کے اصولوں کی روشنی میں کفر و اسلام کا تعین کرتی ہیں یہ تحریکیں اپنے علماء کے اثر سے باہر ہوتی ہیں اور جو عالم ان کی خارجیت کی مذمت کرے اسے بھی اپنے مسلک سے خارج کردیتی ہیں اکثر تحریکیں حنفی المسلک ہیں لیکن فقہ حنفیہ میں موجود ان احکامات کو نظر انداز کردیتی ہیں عالم اسلام میں خارجیت کا جائزہ۔

[۱۴۲] قدیم فلسفے میں انسان سے مراد ہمیشہ مرد لیا گیا۔ یونان اور روم کی عظیم انسانی تہذیبوں میں انسان ہمیشہ مرد ہی ہوتا ہے۔ جدید مغربی فلسفے میں بھی مدتوں تک انسان سے مراد محض مرد تھا عورت کو کبھی انسان تصور نہیں کیا گیا لیکن تمام الہامی مذاہب میں جو تحریف سے محفوظ رہے عورت اور مرد کو انسان کے بجائے یکساں طور پر عبد تصور کیا گیا۔ فلسفہ قدیم و جدید تفکر انسان کا ثمر ہے یا مکالمات فلاسفہ کا نتیجہ۔ لہٰذا فکر انسانی نے ہمیشہ عورت کے بارے میں ٹھوکر کھائی، قدیم و جدید فلسفے عورت کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار تھے تو پوسٹ ماڈرن ازم کے عروج کے بعد عورت کو مرد کے برابر لانے، اس کو مرد پر فوقیت دینے کی تفریط شروع ہوگئی۔ پہلے پسماندگی کے ذریعے عورت کا استحصال کیا گیا اب ترقی کے نام پر اسے شاہراہوں پر ناچنے کودنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا گیا۔ یونانی رومی تہذیب Greco Roman Civilization میں مرد کا جسم آئیڈل ہے۔ اسی لیے ارسطو کے یہاں عورت آئیڈیل نہیں ہے مرد چونکہ عقلیت پسند ہے اور دانش سے محبت کرتا ہے اس لیے فلسفی بن جاتا ہے لیکن عورت عقلیت دانش کی ضد ہے اس لیے فلسفی نہیں بنتی لہٰذا فلسفے کی دنیا میں انسان سے مراد صرف مرد سمجھا گیا۔ ارسطو کے خیال میں اگر انسان عقلی زندگی نہیں گزارتا تو مرنے کے بعد وہ ستارہ بن کر ابدی زندگی بسر نہ کرے گا بلکہ عورت کی صورت میں دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ نطشے لکھتا ہے کہ اگر عورت کو موقع مل جائے کہ وہ عورت بنے یا مرد تو وہ کبھی عورت بننے پر تیار نہ ہو وہ قوت کی بھوکی [power hungry] ہے مغرب کا اہم فلسفی شوپن ہاور لکھتا ہے کہ یہ چھوٹے کندھے اور بڑے کولہوں کی مخلوق میری سمجھ سے باہر ہے۔ تاریخ انسانی میں عورت کا بدترین استحصال کرنے والے مغربی معاشرے اس کے فلسفی اور اس کے آباء و اجداد یعنی فلاسفہ یونان عورت کے بارے میں کیا لکھتے اور کیا کہتے تھے اس کی تفصیلات کے لیے Nancy Tiwana کی کتاب ایک معرکہ آلارء کتاب Women and the History of Philosphy ہے جسے اگر جاوید غامدی اور وحید الدین خان کبھی غلطی سے پڑھ لیں تو اسلام کو اور فقہاء امت کو گالیاں دینا ترک کردیں ٹوانہ کی کتاب کے اقتباسات آئندہ شمارے میں۔

[۱۴۳] اس نقطہ نظر کا محققانہ اور فلسفیانہ جائزہ کہ Pregmatism دراصل Materialism اور Idealism کے مابین وہ درمیانی راستہ ہے جو دونوں فلسفوں کی انتہا پسندی سے نکال کر اعتدال پسندی پر لے آتا ہے اور دنیا میں کام چلانے کے فلسفے کا اخلاقی اور روحانی جواز مہیا کرتا ہے؟

[۱۴۴] یہ نقطہ نظر کہ ’’اسلام عصر حاضر کے تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔‘‘ یا یہ کہ ’’صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو عصر حاضر کے تقاضوں کا ساتھ دے سکتا ہے‘‘ دونوں ہی جملے اپنی اصل میں ملحدانہ ہے سوال یہ ہے کہ عصر حاضر کے تقاضے کیا ہیں؟ کیا عصر خدا ہے کہ اس کے تقاضے خدائی تقاضے سمجھے جائیں۔ عصر حاضر کے تقاضے کہاں سے آتے ہیں کون ان کی تخلیق کا سبب ہے۔ خواہشات کہاں سے مسلط ہوتی ہیں۔ فطرت سے عقلیت سے علم سے یا عصر حاضر کے اشتہارات اور اس سرمایہ دارانہ نظام کے جبر سے دین زمانہ کے تقاضوں مطالبات کو پورا کرنے کا نام ہے یا قرآن وسنت کے مطالبات پر عمل کرنے کا نام ہے۔ عصر حاضر کا تقاضہ کیا دینی اصطلاح ہے یا کوئی دینی اصول جس کی روشنی میں احکامات اخذ کیے جائیں گے۔ دین اللہ کی رضا کے حصول کا نام ہے یا زمانے اور بندے کی رضا کے حصول کا نام۔ بندہ سب سے کٹ کر اس کا ہو رہے دین کا اصل تقاضہ یہی ہے یا یہ عصری تقاضہ کہ سب سے کٹ کر عہد حاضر کے لیے وقف ہو جاؤ دین بدلتے ہوئے حالات میں بدلتے رہنے کا نام ہے یا ہر طرح کے حالات میں اپنے دین نظریے اصول و مابعد الطبیعیات پر قائم رہنے کا نام ہے۔ عصر حاضر کا تقاضہ ایک طرف اور دین کا تقاضہ دوسری طرف ہو تو فوقیت ترجیح کسے حاصل ہوگی؟ عصر حاضر کے تقاضے کو یا اصولِ دین کو۔ عصر حاضر کا تقاضہ دین کے اصولوں کی روشنی میں دیکھا جائے گا یا دین کو عصر حاضر کے تقاضے کی روشنی میں پرکھا جائے گا۔ ایک اہم علمی مباحثہ۔

[۱۴۵] ۲۰۰۸ء کے لیے چین نے اپنے دفاعی میزانئے [Defence Budegt] میں ۶ء۱۷ فیصد اضافہ کرکے اس کی رقم ۲ء۵۷ بلین ڈالر تک پہنچا دی ہے۔ یہ رقم چین کے جی ڈی پی [Gross Domestic Product] کا صرف ۴ء۱ فیصد ہے۔ اس کے برعکس امریکہ اور برطانیہ دفاع کی مد میں اپنے جی ڈی پی کا ۶ء۴ فیصد اور ۳ فیصد خرچ کر رہے ہیں۔ امریکہ اس سال دفاعی اخراجات پر ۶۰۰ بلین ڈالر خرچ کرے گا۔ چین اور امریکہ کے دفاعی اخراجات کا کوئی تقابل نہیں کیا جاسکتا۔ ایک کا خرچ ۵۸ بلین ڈالر اور دوسرے کا خرچ ۶۰۰ بلین ڈالر ہے۔ اس کے باوجود امریکہ کو چین کے دفاعی اخراجات میں اضافے پر شدید تشویش ہے اور امریکہ اس اضافے کو چین کے خفیہ جارحانہ عزائم سے تعبیر کر رہا ہے۔ چین اور امریکہ کے مابین نئی کشمکش کا اصل پس منظر کیا ہے؟

[۱۴۶] اے ایف پی کے مطابق تازہ ترین سروے میں فرانس کے ۹۷ فیصد لوگوں کی رائے ہے کہ Sarkozy کے دور حکومت میں سابقہ ادوار کے مقابلے میں ان کا معیار زندگی بلند نہیں ہوسکا لہٰذا فرانس کے لوگوں کا اولین مسئلہ آمدنی میں اضافہ، افراط زر میں کمی اور معیار زندگی میں اضافہ ہے اس کے سواء کوئی مسئلہ اہم مسئلہ نہیں ہے۔ سروے کے مطابق:

"The Frech have listed spending power as their number one concern", replacing unemployment

which had been the nations number one economic obsession for decades" [DAWN, 21 April 2008]

یہ معاملہ صرف فرانس کا نہیں یورپ، امریکہ، مشرق وسطی، ہندوستان، چین، سنگاپور سے لے کر ایشیاء اور پاکستان تک یہی مسئلہ قوموں کا مشترکہ متفقہ مسئلہ ہے۔ دوسرے معنوں میں عصر حاضر کے انسان کا اصل مسئلہ پیٹ، معیار زندگی، معدہ اور پیسہ ہے اس کے سوا اسے کسی مسئلے سے غرض نہیں ہے۔ یہ جدید سرمایہ دارانہ نظام کا خاص عطیہ ہے کہ اس نے پانچوں براعظموں کے لوگوں کو حاسد و حریص انسان بنادیا ہے جنھیں صرف اپنی فکر ہے، اپنے گرتے ہوئے معیار کی فکر ہے دنیا میں بھوک سے مرنے والے اربوں انسانوں کی انھیں کوئی فکر نہیں ہے۔ ایک بھی ملک ایسا نہیں جو اپنے معیار زندگی کو کم کر کے ان اربوں لوگوں کے لیے قربانی دینے پر تیار ہو جو پانچ براعظم میں سسک سسک کر اور بلک بلک کر دم توڑ رہے ہیں۔ اس کے باوجود عصر حاضر کے انسان کا دعویٰ ہے کہ وہ انسان پرست ہے انسان پرست دراصل نفس پرست شہوت پرست اور انا پرست ہوتا ہے وہ ڈیکارٹ کا *I* ہے جو اپنے سوا کسی کو کچھ نہیں سمجھتا یا سارتر کے الفاظ میں The other is hell دوسرا بھوکا مرے یا جہنم میں جائے میرا مسئلہ نہیں ہے میرا مسئلہ میں خود ہی ہوں۔ عہد حاضر کے اس حاسد ذلیل خبیث انسان کی کہانی، مجھے فکر جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا۔

[۱۴۷] اس احمقانہ دلیل کا جائزہ کہ دنیا میں جہاں بھی آزادی اظہار رائے، جمہوریت، مساوات، بنیادی حقوق، آزادی کی اقدار کو فروغ ملتا ہے وہاں ترقی کی رفتار اور پیداواری عمل بہت تیز ہو جاتا ہے۔ ترقی ارتقاء نشو ونما [Progress & Development] کا جمہوریت سے براہ راست تعلق ہے لیکن یہ احمقانہ دلیل تاریخی طور پر غلط ہے۔ قدیم چین، قدیم بابل، اندلس، قدیم مصر، قدیم ہند، قدیم یونان، قدیم عرب، قدیم روم، قدیم ایران میں جو ترقی ماضی میں ہوئی اس کا جمہوریت سے کیا تعلق تھا؟ اہرام مصر جیسی سائنس وٹیکنالوجی اور یونان جیسا فلسفہ تو دنیا کو آج بھی میسر نہیں ہے لیکن وہاں نہ بنیادی حقوق تھے نہ مغربی جمہوریت پھر وہاں یہ ارتقاء کیسے ممکن ہو گیا؟ جدید تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ۱۹۳۰ء میں سوویت یونین میں ترقی کی رفتار مغربی اقوام کے مقابلے میں دس گنا زیادہ تھی جب کہ وہاں نہ جمہوریت تھی نہ آزادی، پچاس اور ساٹھ کے عشرے میں مشرقی یورپ نے پیداوار میں دنیا کے تمام ممالک پر سبقت حاصل کرلی۔ مغرب بھی اس سے شکست کھا گیا۔ ۱۹۷۰ء کے بعد امریکہ اور جاپان نے پیداواری عمل میں دنیا بھر پر سبقت حاصل کرلی۔ اس وقت چین میں امریکہ اور یورپ سے زیادہ پیداوار ہو رہی ہے۔ چین نے پیداواری عمل میں پوری دنیا کو پیچھے چھوڑ دیا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ ترقی پیداوار میں اضافہ صرف اور صرف جمہوریت اور آزادی اور آزاد مارکیٹ [Free Market] کے ذریعے ممکن ہے ایک حمقانہ تصور ہے اس تصور کی علمی بنیادوں کا پہلا جائزہ۔

[۱۴۸] بیسویں صدی کی سوشیالوجی بتاتی تھی کہ وہ معاشرے اور تہذیبیں ترقی کرتے ہیں جہاں تضادات نہ ہوں جن معاشروں میں تضادات، تنازعات اختلافات زیادہ ہوتے ہیں وہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں لیکن اکیسویں صدی کی سوشیالوجی بتاتی ہے وہ معاشرے جو تضادات اور تنوع سے اٹے ہوئے ہوں وہاں زیادہ بہتر ترقی ہوتی ہے [Conflict is the basis of progress] مغرب ترقی، پیداوار میں اضافے، سرمایہ داری کے فروغ اور مغربی اقدار کی عمومیت کے لیے تضادات کی حکمت عملی [Conflict Policy] چاہتا ہے لیکن مابعد الطبیعیاتی سطح پر اپنی مابعد الطبیعیات کے مقابل کسی دوسری مابعد الطبیعیات کو قبول نہیں کرتا اس میدان میں وہ کسی تنوع تضاد تنازعہ کو برداشت کرنے کا قائل نہیں۔ مغرب کی مابعد الطبیعیات کا مظہر انسانی حقوق کا منشور [Human Rights Charer] ہے جس کے تحت نیا انسان نیا علم نئی کائنات تعلقات کا نیا تانا بانا پیش کیا گیا معیشت کی سطح پر سرمایہ داری Capitalism سیاست کے دائرے میں جمہوریت [Democracy] اور انسانی رشتوں اور تعلقات کی بنیاد معاہدوں [Civil Society or contractarian basis] اور تمام ذرائع علم، اقدار روایات علوم نقلیہ سے برأت کے لئے آزادی [Freedom] کی ایمانیات پیش کی گئی اور اب ساری دنیا کو اقوام متحدہ کے ذریعے جبراً دھونس دھمکی کے ذریعے انسانی حقوق کے منشور پر دستخط کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے ہر شخص آزاد ہے لیکن کسی کو اجازت نہیں کہ وہ آزادی کی قدر [Value of Freedom] کے خلاف اپنی آزادی کا اظہار کر سکے سب کو جمہوریت کے تحت سیاست کرنے کی اجازت ہے لیکن کسی کو سوفی صد جمہوری اکثریت سے جمہوریت کو رد کرنے کی اجازت نہیں یہ مغرب کی مابعد الطبیعیات ہے اور اس کے مقابلے میں وہ کسی مابعد الطبیعیات کو تسلیم نہیں کرتا مابعد الطبیعیات کے میدان میں وہ کسی تنازعہ [Conflict] دوئی [Duality] تنوع [Diversity] رنگا رنگی، کثرت [Pluralism]، کا قطعاً قائل نہیں اسی لئے مغرب کا دعویٰ ہے کہ اس نے وہ خیر اور الحق بنیادی حقوق کی صورت میں پیش کردیا ہے جو تاریخ انسانی کا افضل ترین خیر ہے جسے تمام مذاہب نے تسلیم کرلیا ہے لہٰذا تاریخ کا سفر ختم ہو گیا ہے۔ end of history کا فلسفہ یہی ہے۔ مغرب کی اس تضاد فکری کا علمی وعقلی پس منظر کیا ہے؟

[۱۴۹] اس نقطہ نظر کا جائزہ کہ ماحولیاتی بحران اصلاً انسان کے روحانی بحران سے پیدا ہو رہا ہے۔ جدید انسان کی مرتی ہوئی روح اپنے بچاؤ کے لیے جتنے اقدامات کر رہی ہے اور کائنات کی تسخیر، اس کے وسائل کی لوٹ مار، زیادہ سے زیادہ کھانے، بنانے، کمانے، لٹانے کا طرزِ زندگی، حرص وہوس وحسد کی گرم بازاری، میں جس طرح مصروف عمل ہے اس کے نتیجے میں بحران کے اندر سے مزید بحران نکل رہے ہیں۔ عہد حاضر کا انسان اندر سے بھی آلودہ ہے اور باہر سے بھی اندر باطنی آلودگی اور باہر جدید سائنس وٹکنالوجی کی پیدا کردہ جسمانی اور ماحولیاتی آلودگی یہ آلودہ ترین انسان جب مغرب کو دیکھتا ہے اس کی صنعتوں کی چمنیاں ترقی اور اس کا یہ دعویٰ کہ وہ جس قدر آلودہ اس سے زیادہ آلودگی پھیلائے گا دنیا کو جس قدر آلودہ کرسکوں اسی قدر تسلط برقرار رکھ سکوں گا تو عہد حاضر کا انسان آلودگی میں زندگی بسر کرنے کو ہی مقصد زندگی بنالیتا ہے کہ اس سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے۔ پہلے انسان نے مذہب اور خدا کو پہچاننے کے لیے سائنس کا راستہ اختیار کیا کہ اس کے ذریعے اس کائنات کی حقیقت اور اس کے خالق کی حقیقت تک پہنچ جائیں گے لیکن اس سفر کے نتیجے میں ایک اور بحران پیدا ہوا وہ یہ کہ انسان کے وجود کو صرف عقلیت پر منحصر کردیا گیا ہے۔ انسان صرف عقل کے دائرے میں محدود ومقید محصور محبوس ہو گیا

۔گویا انسان محض ایک عقلی وجود ہے اور صرف عقل کے ذریعے ہی سوچتا سمجھتا اور زندگی بسر کرتا ہے اس یک رخے انسان کو تراشتے ہوئے مغرب جذبات، احساسات، وجدان، تجربات، تاریخ، تہذیب، ثقافت، زمان ومکان کے اثرات سب کو بھول گیا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ انسانی عقل اپنے اطراف جوانب اور اس تاریخ وتہذیب وثقافت و تجربات کے بغیر کام کرسکے جس کی خاک سے اس کا خمیر اٹھا ہے۔ مذہب ترک کرنے کے نتیجے میں وہ عقلیت تک گیا اور عقلیت کی محدودیت کانٹ نے واضح کردی تو انسان بحران در بحران کا شکار ہوا۔اس کے اندر کی تاریکی بڑھتی چلی گئی اور اس نے اپنے باطن کی بڑھتی ہوئی تاریکی کو دنیا پر محیط کردیا۔جدیدیت سے لے کر پس جدیدیت تک ہزرل ہائیڈیگر سے لے کر ہیبر ماس اور ڈیلوز تک انسان کی روحانی پیاس کا کوئی جواب نہیں مل سکا۔اسے اس ظلم کا شعور بھی حاصل نہ ہوسکا جو ستر ہویں صدی میں عقلیت اور جدیدیت اور مغربیت کے نام پر اس کے خلاف بڑھتا گیا اور تین صدیاں گزرنے کے باوجود وہ اس ظلم کی حقیقت، ماہئیت سے ناواقف ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ توازن کھو بیٹھا ہے۔اس کائنات سے اس کائنات کے خالق سے اس کائنات کی حقیقت سے خیر وشر کی کشمکش سے زندگی مابعد موت سے اس کی وابستگی کھوگئی ہے۔اس کا تعلق ختم ہوگیا ہے جس کے نتیجے میں وہ اخلاقی، روحانی، باطنی، بحران کا شکار ہے جس نے اسے دماغی اور جسمانی بحران میں بھی مبتلا کردیا ہے وہ خود تباہ ہوگیا ہے لہٰذا اس نے فیصلہ کرلیا ہے کہ وہ اس دنیا کو بھی تباہ و برباد کردے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ دنیا، اس دنیا کے مزے لذت چٹخارے کی طلب نے اسے تباہ کیا ہے اس کی تباہی کا سبب یہ دنیا ہے۔لہٰذا وہ اس دنیا کو تباہ کرنے پر تل گیا ہے روحانی بحران ختم کیے بغیر ماحولیاتی تباہی اور ماحولیاتی بحران کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔روح کا بحران ہی تمام بحرانوں کا اصل سبب ہے لہٰذا اس کھوئے ہوئے بحر کی جستجو اب ضروری ہوگئی ہے جس کے اندر ایمان وایقان کے لعل و گہر اور جواہر آج بھی تلاش کیے جاسکتے ہیں۔مغرب کے باطنی بحران کے خاتمے کے لیے ہونے والی کوشش کا پہلا جائزہ۔